جلد ۲ | ۶- جون ۱۹۱۵ء - بروز یکشنبہ مطابق ۲۲- رجب المرجب ۱۳۳۳ ہجری | نمبر ۱۴۹

مدینۃ المسیح

(۱) حضرت امیر المومنین کی طبیعت اچھی ہے (۲) چوہدری فتح محمد صاحب کا خط آیا ہے کہ ایک دہریہ اور ایک یہودی احمدی ہوا۔ (۳) مولوی غلام محمد صاحب بی اے مبلغ ماریشیس کی چٹھی آئی ہے کہ ۱۳ مئی کو کولمبو سے روانہ ہونگا۔ حافظ عبد الصمد صاحب مصری جو بڑے ذہین اور بارسوخ آدمی ہیں انہوں نے آخر اعجاز المسیح اور استفتاء پڑھ کر بیعت کر لی۔ فالحمد للہ۔ (۴) جاپور سے فاضل محمد اسحٰق ماسٹر عبد الرحیم۔ مہر محمد خان صاحبان ۳- جون بوقت نماز ظہر سالم و غانم تشریف لائے۔ جاپور میں ڈسٹرکٹ تعلیمی کانفرنس تھی وہاں ان کے لکچر کامیابی سے ہوئے خواتین میں بھی ایک لکچر ہوا جسمیں تبلیغ احمدیت کا پورا خیال رکھا گیا۔ واپسی پر ڈیرہ غازیخان میں جلسہ منعقد کر کے خوب تبلیغ سلسلہ کی گئی۔ دونوں مقامات پر یہ واضح ہو گیا کہ نصرت الٰہی انکے ساتھ ہے جو قادیان کو اپنا مرکز سمجھتے

اخبار احمدیہ

۱- وابستگان دامن خلافت۔ احمدی جماعت کو مبارک ہو۔ کہ ان کا مخالف ان کا معاند پانچویں بار ہزیمت یاب ہوا۔ اور اب اسنے جھنجلا کر کھلی کھلی گالیاں دینی شروع کر دی ہیں۔ اور دلائل کا جواب دلائل سے دینے سے عاجز آکر اب ہمپر افترا شروع کر دئیے ہیں اور ہماری طرف ایسے عقاید منسوب کر کے ہم سے لوگوں کو بدظن کیا جاتا ہے۔ جو ہمارے وہم و گمان میں بھی کبھی نہ گزرے ہوں۔ (دیکھو پیغام ۳۱- مئی ۱۹۱۵ء صفحہ ۳ و ۴)

۲- برادر محمد عثمان لکھنوی نے ایک مراسلت ایک نفاق پیشہ کے پوست کندہ حالات کے بارے میں بھیجی ہے۔ جسے ابھی ہم شائع نہیں کرتے۔ اسمیں اس شخص کا برادر موصوف نے کچا چٹھا کھولا ہے۔ کیونکہ یہ قادیان میں آکر بٹالہ۔ صرف حیدرآباد کا کرایہ لینے کے لئے عیسائی متلاشی حق بنا۔ اور پھر دوسری بار آکر اس نے اپنے عقاید بتائے کہ کوئی خدا ہے نہ کوئی رسول نہ قرآن ہمارا مذہب تو روٹی ہے اس بات سے اگر وہ انکار کرے گا تو اسکی دستی تحریر شائع کیجائے گی (انشاء اللہ)۔ ایسی تمام سعید روحین حضرت خلیفۃ ثانی کی اس رویاء کی تصدیق کرنیوالی ہیں جسمیں آپ کو دو تین کرسیوں کی جگہ خالی دکھائی گئی (دیکھو الفضل یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء) مہربانی فرما کر یہ بتا دیں کہ یہ تمام سعید روحیں یہاں کتنے روپے وظیفہ پاتی تھیں اور وہاں کیا وصول کرتی ہیں۔ تا ان کی سعادت اور بھی واضح ہو جائے۔ ورنہ یہ خدمت بھی ہمیں ہی کرنی پڑے گی ✦

۳- ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور کی ضرب المثل کے معنے ان خطوط سے کھلتے ہیں۔ جو پیغامی بعض دور دراز کے بھولے بھالے احمدیوں کو گمراہ کرنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ کسی ضرورت شدیدہ کے وقت یہ راز بھی افشاء کر دیا جائے گا۔ تعجب ہے ایکطرف لکھتے ہیں

(باہتمام شیخ عبد الرحمن پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر شائع ہوا)

مولانا نورالدین سے ڈاکٹرین وغیرہ نے کوئی مخالفت نہیں کی مگر کوئی طرف اِس خط کا عکس خفیہ خفیہ شائع کر رہے ہیں جسمیں مولٰنا موصوف انہی صاحبان کے بارے میں لکھتے ہیں۔ پہلے آپ لوگوں نے مجھے دبایا۔ اور مالی بظنی کی۔ اور پھر ہم الفضل میں عکس چھاپ چکے ہیں (دیکھو الفضل ص ۲۳ - اگست ۱۹۱۳ء) اس خط کا جسمیں مولٰنا نے لکھا ہے۔ کہ یہ مخالفت مرزا یعقوب بیگ ڈاکٹر اور شیخ رحمت اللہ صاحب نے میرے سامنے کی۔ اور سید محمد حسین صاحب نے تحریرًا۔ اور مولوی محمد علی صاحب نے سُنتا ہوں کی ہے۔

۴ - مسٹر عبدالقادر کینی جو بڑے مخلص احمدی ہیں انھوں نے اپنی تقریر کا ایک خلاصہ بھیجا ہے۔ جو بشرط گنجایش کسی وقت شائع ہوگا۔ اِس تقریر میں برادر موصوف نے لما ضرب ابن مریم مثلا (جب بنایا جائے گا مثیل ابن مریم تو اے نبی کریم تیری قوم اُس سے منہ پھیرے گی) سے مسیح موعود کی آمد بوضاحت ثابت کی ہے۔ پھر ما ضربوہ لك الا جدلا سے بتایا ہے کہ مثیل مسیح بن مریم۔ تیرے (نبی کریم صلعم کے) لیے جدل کرنے والا ہے اور انه لعلم للساعة۔ یعنی آنے والا مسیح قیامت کے منونے کا علم رکھتا ہے۔ اور یہی صراط مستقیم ہے الغرض لطیف تفسیر ان آیات کی ہے +

۵ - مکرم معظم حافظ عبدالمجید صاحب منصوری سورہ دخان کی آیت یوم تاتی السماء بدخان مبین سے گیس جو جنگ میں استعمال ہوتی ہے ، اور قد جاءھم رسول مبین سے مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی بتاتے ہیں +

۶ برادر مہتاب علی صاحب سیاح - ایک حوالہ ضمیمہ ریویو ستمبر ۱۹۰۶ء سے دیتے ہیں۔ جو حضرت اقدس کا اپنا مضمون ہے۔

"میں تم میں سے بہت دیر تک نہیں رہونگا۔ اور وہ وقت جلد آتا ہے تم پھر مجھے نہیں ملوگے۔ اور بہتوں کو حسرت ہوگی کہ کاش ہمنے نظر کے سامنے کوئی قبلیل کیا ہوتا۔ تو اسو قت ان حسرت کا جلد تدارک کرو ... پہلے نبی رسول اپنی امت میں نہیں رہے میں بھی نہیں رہوں گا"۔

اگر حضرت مرزا صاحب نبوت کے مدعی نہ ہوتے تو اسطرح لکھنا چاہیئے تھا کہ جس طرح پہلے مجددین اور امامین نہیں رہے میں بھی نہیں رہوں گا +

۷ - سید محمد سرور شاہ صاحب میر قاسم علی صاحب بخیریت

ہمیر پور پہنچ گئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلتے ہیں۔ خدا خود اُن کا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔ ہمیر پور کا سٹیشن کانپور سے ۳۵ میل ہے۔ ہمارے دوست ہمیر پور سے پہلے سٹیشن پر سو گئے اور دو سٹیشن آگے نکل گئے۔ بعد کے واقعات سے معلوم ہوا کہ یہ بھی مصلحت الٰہی تھی۔ کیونکہ وہاں سے سڑک پختہ تھی اور سواری ملسکتی تھی۔ بحالیکہ سٹیشن ہمیر پور روڈ پر کوئی سواری نہ تھی اور چونکہ تاریخ مقررہ سے پہلے جا پہنچے اسلیئے ہمیر پور سے بھی کوئی دوست انکو لینے نہ آیا تھا۔ اِس تکلیف سے خدا نے ہمارے مبلغین کو یوں بچایا۔ فالحمد للہ رب العالمین +

۸ - بمبئی سے ایک نوجوان لکھا کو جو نام احمدی صاحب فوت ہوگئے ہیں (۲) ایک سچے اور جوشیلے احمدی مولوی محمود الحسن صاحب اِس دار فانی سے دارالبقا کو انتقال فرما گئے۔ ان دونوں صاحبوں کا جنازہ تمام احمدی جماعت کے احباب پڑھ دیں۔ (۳) نورالدین صاحب پر ہمیر امن کا نپور اپنے حاجی عبدالغنی صاحب کے لیئے دعا کی التجا کرتے ہیں +

ا - ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک جگہ ہے جہاں کی نسبت مشہور ہے کہ یہاں کسی بزرگ کی دعا ہے۔ یہاں جو کھڑا ہو کر خون نکلواتا ہے صحت پاتا ہے۔ کیا میں اپنے مرض کے ازالہ کے لیئے وہاں جا سکتا ہوں۔

فرمایا بعض لوگ اپنی دواؤں اور طریق علاج کیساتھ ایسی باتیں اِس علاج کی عظمت کے لیئے لگا دیتے ہیں۔ آپ ایسی لغویات کی پرواہ نہ کریں۔ اور وہاں سے بہ نیت علاج جا کر خون نکلوالیں۔ علاج کروالیں شفا اللہ دینے والا ہے +

اطلاع ضروری تشحیذ ماہ جون۔ تمام انجمن ہائے احمدیہ کے سکرٹریوں کے نام اسلیئے ارسال ہے۔ کہ وہ اپنے قرب وجوار کے لکھے پڑھے شیعہ صاحبان کو پڑھنے کے واسطے دیں۔ خود پاس نہ رکھیں +

مختلف خبریں

اٹلی کی مداخلت پر سرویا کا اظہار خوشی :- گورمنٹ سرویا اٹلی کو مداخلت جنگ پر تہ دل سے خیر مقدم کہتی ہے

گورنر سیلون کے لڑکے کی ہلاکت :- گورنر سیلون کو خبر پہنچی ہے کہ ان کا بڑا فرزند جو سفوک رجمنٹ کا کپتان تھا زخمی ہو گیا ہے۔ اسکا دوسرا فرزند زخموں کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکا +

اطالیونکی زبردست پیشقدمی :- روما۔ ۳۱ مئی ہمارے توپخانہ نے قلعہ ... اگو پہرے بوسیرتا کے مسلح قلعے کو تباہ کردیا جس نے سفید جھنڈا بلند کردیا۔ اسپر لیویڈو کے آسٹرین قلعہ نے لوسیرنا پر گولہ باری شروع کردی۔

ہمارے توپخانہ نے سماو نیرنا میں ایک جدید نمونے کا مورچہ تباہ کردیا +

گلیشیا میں لڑائی :- اب جرمنوں کی بڑی کوشش گلیشیا میں پرزمسل کے جنوب مشرق میں ہے اور ان کی تجویز ہے۔ کہ لمبرگ پرزمسل ریلوے کو کاٹ دیا جائے +

ایک تجارتی جہاز غرق :- لندن ۳۱ مئی سٹیمر گلین کو جو عدن کو جا رہا تھا۔ رود بار میں تارپیڈو پھینک کر غرق کردیا گیا اہل جہاز بچا لیئے گئے +

روس کی جارحانہ روش :- روسی علاقہ شاولی میں بدستور جرمنوں کو دبا رہے ہیں جمعہ کے دن انھوں نے ۹ توپیں اور ۷ کلدار توپیں گرفتار کیں۔ گلیشیا میں جنگ جاری ہے۔ فوج قلب پر متواتر جوابی حملے کرکے ہم نے ۳۰۰۰۶ قیدی اور بہت سامال غنیمت گرفتار کیا۔ ڈنیٹر کے پرے بھی شدید جنگ جاری ہے۔ ایک روسی بٹالین دشمن کے عقب میں پہنچ گئی۔ اور ۶۱۷ قیدی اور کلدار توپیں گرفتار کیں +

جرمنوں کی میدان جنگ سے فراری :- لندن ۳۱ مئی پیٹروگریڈ۔ اعلان شائع کیا گیا۔ سان پر لڑائی ہمارے حق میں ہو رہی ہے۔ ہم نے کامیابی کے ساتھ جارحانہ روش اختیار کی ہے اور کل رات ہم نے ایک گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ اور دشمن کو سخت نقصان پہنچایا۔ ڈنیٹر کے پار دشمن کے تمام حملے رد کردیئے گئے۔ اور دشمن کا بہت سخت نقصان ہوا اِس فرنٹ پر ہم پہلے ہی ۷ ہزار قیدی ۳۰ جلد چلنے والی توپیں گرفتار کرچکے ہیں۔ اور دشمن منتشر ہو کر پسپا ہونا شروع ہوگیا ہے +

میجر سید حسن صاحب کا انتقال پرملال :- سید میجر حسن صاحب بلگرامی (انڈین میڈیکل سروس ریٹائرڈ) نے بمقام شملہ ۳۰ مئی کی شب کو یکایک قلب کی حرکت کی وجہ سے انتقال کیا۔ اور وہیں انہیں دفن کیا گیا +

مقدمہ ڈاکٹر ٹولر :- مقدمہ ڈاکٹر ٹولر جس کی سماعت گورنر اسپیشل میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۶ جون ۱۹۱۵ء

تبلیغ کس طرح کیجائے؟

مبلغ کیسے ہوں؟

سیاسیات سے کلیۃً پرہیز کیا جائے

احمدی احباب! ہم گزشتہ اشاعت میں آپکو تبلیغ کے اہم کام کیطرف توجہ دلا چکے ہیں۔ ہم نے لکھا تھا کہ آپکا فرض ہاں سب سے بڑا فرض اب یہ ہے کہ دنیا کے سامنے

احمد جری اللہ کے تعلیم کردہ اسلام

یعنی احمدیت کو اصل حالت میں پیش کیا جائے۔ ہم اب پھر کہتے ہیں کہ ہر احمدی بلا خوف لومۃ لائم اوس حق کا علانیہ اظہار کرے جو خدا نے اِس زمانہ میں خود آسمان سے اوتارا ہے۔ اور اِس اظہار حق کے وقت ہرگز ہرگز اس وہم کو پاس تک نہ پھٹکنے دے کہ لوگ بدک جائیں گے۔ خفا ہونگے۔ دشمنی کرینگے۔ کیونکہ وہ بزدل ہے جو دنیا کے کیڑوں سے مڑ کر میدان سے بھاگ نکلتا ہے اور آسمان کے فرشتوں کی مدد کا انتظار نہیں کرتا۔ اور وہ کونسی تکلیف ہے جو مخالفین نے ہمیں نہیں دی۔ اور کونسی کسر ہے جو ان لوگوں نے اپنی قابل رحم کوششوں میں اٹھا رکھی ہے۔ ہم پر نہ صرف کفر کے فتوے لگائے گئے بلکہ ہمارے مال وہماری بیویوں تک کو اپنے لیئے جائز قرار دیا۔ ہمارے نہایت عزیز وجودوں کو نہایت سنگدلی سے سنگسار کر کے جام شہادت پلایا۔ اور اب بھی جہاں ان دشمنان حق کا زور چلتا ہے وہاں کمی نہیں کرتے۔ ہمارے مکرم دوست شریف احمد خان صاحب ان مدعیان اسلام کی ایذارسانی کے باعث ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ پس وہ کونسی بات باقی ہے جسکا ہم اخفا کریں۔ اگر کچھ ہے تو صرف یہ کہ کوئی شخص اپنی نالائقی سے اون تمام قربانیوں اور اون تمام شیار پرحرف لائے جو مسیح موعود اور اُسکے ساتھ ہونے والے مقدمین نے تبلیغ حق میں دکھایا ہے۔ غرض اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم

بلغ ما انزل الیک کے ماتحت

دنیا کے کناروں تک احمد کے نام کی منادی کر دیں۔ ہمارے مبلغ خواہ وہ مقامی ہوں یا سفر کرنے والے سب کے سب اپنی سادگی اپنے نیک نمونہ۔ اپنی صاف گوئی۔ اپنی قوت جاذبہ۔ اپنی حلیم الطبعی اپنے اخلاق حسنہ۔ اور بالآخر اپنے دل سے نکلی ہوئی اخلاص کے طوفان سے پُر فضلوں کی جاذب دعاؤں سے مشکلات کا حل اور قلوب کو مسخر کریں۔ وہ بات کریں تو اوس طرح جس طرح خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے ہدایت فرمائی اور کہا قولا لہ قولا لینا یعنی اے موسےٰ و ہارون! فرعون سے باتیں کرنا تو نرمی سے کرنا۔ پھر وہ بحث کریں یا تبادلہ خیالات کریں۔ تو اپنی بات پیش کرتے وقت

بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ

یعنی مضبوط و قوی و مبرہن بات کریں اور اسے احسن پیرایہ میں پیش کریں۔ پھر جب اندفاع کا موقعہ آئے تو

جادلھم بالتی ھی احسن کے مطابق

یعنی مدمقابل کی پیش کردہ بات کا عمدگی کے ساتھ رد کریں۔ اور جس طرح صحابہ کرام نے دشمنان اسلام کے حملوں کا بہتر سے بہتر طور پر اندفاع کیا اسی طرح آج بھی کیا جائے۔ صحابہؓ کو تلوار کے حملوں کا رد کرنے کے لیئے تلوار کے اٹھانے کی ضرورت پڑی۔ مگر ہمارے لیئے خدا کا فضل ہے کہ تلوار سے حملہ کرنے والے کے لئے خدا نے سلطنت انگلشیہ کے قانون اور انگلستان کی تلوار کو مامور کر دیا ہے۔ کہ حفاظت کا کام وہ کریں۔ اور ہمیں فرصت دی ہے کہ یکسو ہو کر امن کے ساتھ اون زندہ نشانوں اور پیشگوئیوں کو ان آیات الٰہی اور اون براہین قاطعہ کو دنیا کے سامنے رکھدیں جو مسیح موعود کو آسمان کی طرف عنایت کی گئی ہیں۔

پھر ان کے بعد ہمارے ہر ایک مبلغ کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز جمالی ہے اور شان احمد مسیحی رنگ میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اسلیئے ضرورت ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ ماریں کھاؤ۔ اور کچھ نہ بولو۔ گالیاں کھاؤ اور چپکے رہو۔ لیکن اسکے موقعہ ومحل کا خیال رکھنا بھی ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ اس حکم کی تعمیل۔ اِس ارشاد مسیحی کا منشا یہ ہے کہ مبلغ بردبار ہو مغلوب الغضب ہو۔ اپنے جوشوں کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھے اور اپنے آپکا زبردست حکمران و بادشاہ ہو۔

دیکھو! دنیا کی اقوام ہیں کہ وہ مادہ پرستی کیطرف جھک گئی ہیں محض ظاہری علوم حاصل کرنا اون کے نزدیک ترقی ونجات ہے قومیت وطنیت اون کا ایمان ودین ہے۔ سیاسیات اون کی عادت ثانی ہو رہی ہے مگر

احمدی مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اوس مرض سے اپنے تئیں بچائے جو سیاست کے نام سے موسوم ہے۔ اور جسکا مریض بمشکل تمام اپنی اصل صحت کی طرف عود کرتا ہے۔ اِس خوفناک مرض کا نتیجہ ابتداءً قانون حکومت سے اور بعد میں قانون شریعت سے سرکشی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب نے آدم وشیطان کی تمثیل حقہ پیش کر کے اور موخر الذکر کے انکار اطاعت کو دنیا کا پہلا گناہ قرار دے کر اس موضوع پر خوب روشنی ڈالی ہے پس احمدی مبلغ اپنے امام پاک اور اوسکے خلفائے صادق کی ہدایت کے ماتحت

سیاسیات سے کلیۃً پرہیز کرے

اوس سے اگر ہو سکے تو محض رضائے مولیٰ کے لیئے ایسے غلط خوردہ لوگوں کو وعظ کرے جو برائے نام مسلمان کہلا کر سیاسیات میں دخل دیتے یا دخل دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

یاد رکھو! جو شخص مُدعی اسلام کہلا کر سیاست میں دخل دیتا ہے اور کسی ملک کی قائم شدہ حکومت سے بغاوت کرانا چاہتا ہے۔ اوسکا نام خواہ برکت اللہ ہو۔ مگر وہ دراصل اسلامیوں کے لیئے زحمت سے کم نہیں۔ پھر اگر کوئی احمدی کہلا کر امام ہمام کے ارشاد کے خلاف کرتا ہے۔ وہ

قطعاً احمدی نہیں

کیونکہ وہ مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف قدم مارتا ہے۔

خلیفہ ثانی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے اور قادیان سے حقیقی تعلق رکھنے والے احمدی کا فرض ہے کہ وہ سیاسیات سے بعینہ اسیطرح بچے جسطرح خدا کے مسیح نے فرمایا ہے۔ چونکہ ہم غیر مبائعین لوگوں کے افعال وخیالات سے اوسیطرح بری الذمہ ہیں جسطرح ہم غیر احمدی مسلمانوں کے سیاسی گروہ کے سیاسی دستور العمل سے بے تعلق ہیں لہذا ہر مبائع مبلغ کو لازم ہے کہ وہ مردہ لوگوں سے بالکل علیحدہ رہ کر اوصاف مذکورہ سے متصف ہو کر احمدیت کو فرمودہ خدا و رسول کے ماتحت پیش کرے۔ اور نہ اپنے قیاس پر کوئی نتیجہ مترتب کرے بلکہ یہ کام خدا پر چھوڑے۔ ہم خوش ہیں کہ آجتک ہمارے مبلغین اسی طرز پر جمع رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوتا رہیگا۔

تصدیق المسیح

مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

اسمہ احمدؐ کی پیشگوئی کا تعلق حضرت مسیح موعودؑ نبی اللہ کے سمجھنے کے لئے ذیل کی چند باتیں بطور اصول پیش کرتا ہوں جنکا جاننا ہر ایک احمدی کے لئے فرض ہے یہ باتیں انشاء اللہ تعالےٰ ان مشکلات کا حل ثابت ہونگی جو مسیح موعود کے نبی اللہ ہونے اور پیشگوئی اسمہ احمد کے صحیح اور اصلی مصداق ہونے کے بارے میں پیش کیجا سکتی ہیں وھو ھذا

اول یہ کہ آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ السلام کے دو بعث ہیں اور اسپر نص قطعی آیت کریمہ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ہے" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴

دوم - آنحضرت صلعم کے دو بعث کا ماننا فرض ہے جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں (۱) ایک بعث محمدی × × (۲) دوسرا بعث احمدی × × × × تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

سوم . . . آنحضرت صلعم کا دوسرا بعث آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے ماتحت ہے جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے۔ جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

چہارم - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم مسیح موعود پر موقوف ہے جیسے کہ مسیح موعود نے فرمایا ہے

"مہدی موعود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم پر موقوف ہے" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵

پنجم - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم فقط اسم احمد کی تجلّی ظاہر کرنیکے لئے ہوگا جیسے کہ فرمایا

"یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلّی ہے × × × × × اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں بھی اسم محمد کی تجلّی ہے جو جلالی تجلّی ہے اور جمالی تجلّی کیساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلّی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ سے مشابہ ہو گئی ہے" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

ششم - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعث اول میں یعنی بعث محمدی میں اسم احمد کی کامل تجلّی نہیں ہوئی۔ جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں

"ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں جمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحانیت کا انتہائی زمانہ نہ تھا۔ بلکہ اسکے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اسوقت پوری طرح سے تجلی فرمائی" خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱

ہفتم - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعث دوم کا زمانہ آخر ہزار ششم ہے اور بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جیسے کہ فرمایا

(۱) **بعث اول کا زمانہ** "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلّی تھا" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

(۲) **بعث دوم کا زمانہ** "بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے" حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

ہشتم - اسم عیسےٰ اور اسم احمد ماہیت میں ایک ہی ہیں جیسے کہ مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"اسم عیسےٰ اور اسم احمد ماہیت میں ایک ہی ہیں۔ اور وہ ہر دو نوں نام از روئے کیفیت جمال اور ترک قتال پر دلالت کرتے ہیں اور اسم محمد قہر اور جلال پر دلالت کرتا ہے" اعجاز المسیح

نہم - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ سے کھلی کھلی مماثلت رکھتے ہیں لیکن حضرت عیسےٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت رکھتے ہیں جیسے کہ فرمایا۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے اسلئے خدا تعالےٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا۔ لیکن چونکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسےٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی اسلئے خدا تعالےٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھایا" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

دہم - آخری زمانہ کے لئے اسم احمد کا ظاہر ہونا مقدر ہو چکا تھا جیسے کہ فرمایا۔

"آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا کہ ایک طرف شیطانی قوتیں کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو۔ اور شیطان کا اسم اعظم زمین پر ظاہر ہو۔ پھر اسکے مقابل پر وہ اسم ظاہر ہو جو خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے یعنی احمد اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۷

یازدہم - حضرت مسیح موعود آخری احمد ہیں جیسے کہ فرمایا "ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ - اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو احمدوں کی طرف اشارہ فرمایا اور انکو اپنی نعمائے متکاثرہ میں سے ٹھہرایا ہے اول احمد تو احمد مصطفےٰ اور محمد مجتبےٰ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرا احمد امام آخر زمان ہے جسکا نام مسیح موعود اور مہدی معہود اللہ تعالےٰ کی طرف سے رکھا گیا ہے" اعجاز المسیح

دوازدہم - حضرت مسیح موعود اسم احمد میں آنحضرت صلعم کے شریک ہیں جیسے کہ فرمایا:-

"میں اسم احمد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں" تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶

سیزدہم حضرت موسیٰ نے اپنے مثیل تام کی اور حضرت عیسے نے اپنے مثیل تام کی پیشگوئی کی ہے جیسے کہ فرمایا۔

"عجائب قرآن کریم میں سے یہ ہے کہ قرآن کریم نے اسم احمد حکایتاً زبان عیسے علیہ السلام سے ذکر فرمایا۔ اور اسم محمد حکایتاً موسیٰ علیہ السلام سے ذکر فرمایا ہے تاکہ پڑھنے والے کو یہ نکتہ معلوم ہو جاوے کہ جلالی نبی یعنے موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا جو اسکے اپنے حال کے موافق تہا یعنے محمد جو جلالی نام ہے اور اسی طرح حضرت عیسے نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا جو جمالی نام ہے کیونکہ حضرت عیسے جمالی نبی تھے اور قہر اور قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تہا۔ خلاصہ کلام یہ کہ (موسیٰ اور عیسے میں سے) ہر ایک نے اپنے مثیل تام کی طرف اشارہ کیا۔ اس نکتہ کو یاد رکہو کیونکہ یہ تمام اوہام سے نجات دینے والا ہے" اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۳-۱۲۴

چہاردہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجرد احمد نہ تھے مگر مسیح موعود مجرد احمد تھے جیسے کہ فرمایا۔

"ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بہی ہیں یعنی جامع جلال اور جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا" ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳

ان تمام باتوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں ایک بعث محمدی دوسرا بعث احمدی۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بعث اول مطابق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم ہے اور بعث دوم مطابق آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے ہے۔

(۳) آنحضرت صلعم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم اور مظہر جلال ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی بعث دوم کا زمانہ آخر ہزار ششم اور مظہر جمال ہے۔

(۴) آنحضرت صلعم کی بعث اول خود آپکی ذات مبارک پر موقوف ہے اور بعث دوم مسیح موعود پر موقوف ہے

(۵) آنحضرت صلعم بعث اول میں محمد (موصوف) احمد (صفت) تھے اور بعث دوم میں احمد (موصوف) محمد (صفت) تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان باتوں کو جو کوئی بھی اچھی طرح سے سمجھ لیگا مجھے یقین کامل ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ وہ تمام اوہام باطلہ سے محفوظ ہو جاویگا۔ اور اسکو معلوم ہو جاویگا کہ مسیح موعود جو "بروز کامل ہونیکی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانیکا مستحق ہو گیا ہے" تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳ ہی اسمہ احمد والی پیشگوئی کا صحیح اور اصل مصداق ہے کیونکہ برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے اور خدا کے حکم اور ازل سے کھلے کھلے طور پر مسیح ناصری کے مقابل بھیجا گیا ہے وہ مسیح موعود ہی ہے اسلئے وہی اس اسمہ احمد والی پیشگوئی کا مصداق ہو سکتا ہے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"خدا نے میرا نام احمد رکھا ہے پس میری تعریف کرو۔ اور مجھے دشنام مت دو" خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۹

جسکا نام خود خدا احمد لکھے ہم کون ہیں جو خدا کے برخلاف اسکو احمد قرار نہ دیویں۔ والسلام۔ خاکسار محمد سعید احمدی

مولوی محمد علی صاحب سے ایک ضروری سوال

جناب فضل الحق نے یہ مضمون سفر سے بھیجا ہے ہم یقین رکھتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب راولپنڈی مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کی اعانت سے بھی اس کا جواب نہیں دے سکینگے ہمارے احباب جہاں کسی پیغامی سے ملیں اس سے اس سوال کا جواب لیں" (اڈیٹر)

مولوی محمد علی صاحب نے ایک رسالہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات کے بعد شائع کیا تہا جس کا نام مسئلہ کفر و اسلام ہے اسمیں غیر احمدیوں کے کفر و اسلام پر بحث کی ہے۔ اس رسالہ میں مولوی صاحب کفر کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں ایک کفر وہ جسے اختیار کر کے انسان اسلام کے دائرہ سے خارج ہو جاتا ہے دوسرا کفر وہ جس کے ارتکاب سے انسان کافر تو ہو جاتا ہے مگر دائرہ اسلام کے اندر رہتا ہے۔ چنانچہ اس رسالہ کے صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں۔

"کفر دو قسم ہے ایک اصل ایمان کا انکار اور وہ ایمان کی ضد ہے اور دوسرا اسلام کے فروع میں سے کسی فرع کا کفر یا انکار جس سے آدمی اصل ایمان سے خارج ہو جاتا ہے"

اس حوالہ کے علاوہ اور مقامات میں بھی مولوی صاحب نے بالتصریح ذکر کیا ہے ایک وہ کفر ہے جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے دوسرا وہ کفر جو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ پھر یہ بتانے کے لئے کہ دائرہ اسلام کی کیا تعریف ہے اور کس اعتقاد یا عمل سے انسان دائرہ کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ مولوی صاحب صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں۔

"جو شخص توحید الہی کا قائل ہو جاتا ہے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے"

مولوی صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا دائرہ اسلام ہے اور جو شخص صرف لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اب جو کام بھی کرے اور جو اعتقاد بھی چاہے رکھے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ ہاں جن باتوں کا انکار کریگا انکا کافر ہوگا مگر یہ کفر دائرہ اسلام کے اندر کا ہوگا ایسے کفر سے انسان دائرہ سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اسی بات کا مولوی صاحب صفحہ ۴ پر بالتصریح اس طرح ذکر فرماتے ہیں

"جو شخص لا الہ الا اللہ کا انکار کرے وہ تو اس دائرہ ہی سے خارج ہو گیا۔ لیکن جو شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کر کے کسی اور حصہ کو چھوڑتا ہے وہ دائرہ کے اندر تو ہے۔ مگر اس خاص حصہ کا کافر ہے"

اسکے بعد ایک سوال پیدا ہوتا تہا کہ مسیح موعود کا انکار کفر کی دونوں قسموں میں سے کونسا کفر ہے اسلئے مولوی صاحب اپنے رسالہ میں اسکا جواب ان الفاظ صفحہ ۸ میں دیتے ہیں

"مسیح موعود کا منکر بھی اس حصہ کا کافر ہے جس کا وہ انکار کرتا ہے"

اس عبارت میں مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کا منکر کافر تو ہے مگر یہ کفر دائرہ کے اندر کا کفر ہے اور اس شخص نے مسیح موعود کا انکار کر کے ایسا کفر اختیار نہیں کیا۔ جس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ پھر صفحہ ۹ پر اس بات کو بالکل واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

"مسیح موعود کا کفر اس دوسرے کفروں میں سے ایک کفر ہے۔ اور یہی وہ کفر ہے جو اسلام کے دائرہ کے اندر رہ کر بھی انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں۔"

دیکھیئے اس عبارت میں مولوی صاحب مرحوم فرماتے ہیں مسیح موعود کے دعاوی کا محض انکار بھی کفر ہے اور انسان اس سے کافر ہو جاتا ہے مگر یہ کفر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا بلکہ مسیح موعود کا انکار ایسا کفر ہے۔ جس کے کرنے سے آدمی دائرہ کے اندر ہی رہتا ہے۔ مذکورہ بالا حوالوں سے تین باتیں ثابت ہوئیں

(۱) کفر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہیں دوسری وہ جو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتیں۔

(۲) دائرہ اسلام لا الٰہ الا اللہ ہے جبتک کوئی شخص اس کا انکار نہ کرے۔ اسلام کے دائرہ کے اندر رہتا ہے۔

(۳) مسیح موعود کے دعاوی کا محض انکار کفر تو ہے مگر یہ دوسری قسم کا کفر ہے جو دائرہ کے اندر رہکر سرزد ہوتا ہے

مولوی صاحب کی ان تین باتوں کو مدنظر رکھکر میں مولوی محمد علی صاحب سے ایک سوال کرتا ہوں جس کی طرف مضمون کی سرخی اشارہ کر رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ مولوی صاحب مکرم آپ لوگ اپنے اخباروں تقریروں اور رسالوں میں بار بار کہتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود کے منکر کو کافر نہیں کہتے بلکہ صرف اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو آپکو کافر کہے تو بتائیے کہ حضرت مسیح موعود کو کافر کہنے والے کو آپ کونسی قسم کا کافر کہتے ہیں۔ دائرہ اسلام سے خارج یا دائرہ کے اندر کا اگر آپ کہیں کہ حضرت صاحب کو کافر کہنے والا اس کفر کا مرتکب ہے جو دائرہ سے خارج نہیں کرتا بلکہ دائرہ کے اندر رہکر سرزد ہوتا ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ دائرہ کے اندر کا کفر تو حضرت مسیح موعود کا محض انکار بھی ہے جیسا کہ آپ خود اپنے رسالہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا صرف انکار بھی ایسا کفر ہے جو دائرہ کے اندر سرزد ہوتا ہے سو جب محض انکار بھی داخلی کفر ہے تو پھر اس کہنے کا کیا مطلب ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے منکر کو کافر نہیں کہتے بلکہ صرف کافر کہنے والے کو کافر کہتے ہیں کیونکہ جب حضرت صاحب کا انکار بھی داخلی کفر ہے اور حضرت صاحب کو کافر کہنا بھی داخل کفر ہے تو پھر دونو میں فرق کیوں کرتے ہو۔ اور اگر کہو کہ حضرت مسیح موعود کو کافر کہنا ایسا کفر ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے تو اس پر میں عرض پرداز ہوں کہ آپ کے مسلمات کے رُو سے تو حضرت مسیح موعود کو کافر کہنا دائرہ سے کسی طرح بھی خارج نہیں کر سکتا کیونکہ دائرہ تو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ہے اور جو شخص جو مسیح موعود کو کافر کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ کا تو وہ بھی اقرار کرتا ہے اور جب تک کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ کا انکار نہ کرے بقول آپ کے وہ دائرہ سے خارج نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ آپ صفحہ ٦ میں اسطرح تحریر فرماتے ہیں۔

"وہ دائرہ اسلام سے اسوقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک لا الٰہ الا اللہ کا انکار نہ کرے۔"

میں پھر دوبارہ تفصیلاً عرض کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کو کافر کہنے والا شخص کفر کی دو قسموں میں سے کس کفر کا مرتکب ہے۔ اگر کہو کہ حضرت صاحب کا مکفر اس کفر کا مرتکب ہے جو دائرہ کے اندر رہکر ہوتا ہے تو بتائیے کہ پھر آپ لوگ مکفر اور منکر میں کیوں فرق کرتے ہیں جبکہ آپ کے نزدیک محض منکر بھی اس کفر کا مرتکب ہے جو دائرہ کے اندر سرزد ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ صفحہ ۹ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسیح موعود کا کفر اس دوسرے کفروں میں سے ایک کفر ہے اور یہی وہ کفر ہیں جو اسلام کے دائرہ کے اندر رہکر بھی انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں۔"

اور اگر آپ کہیں کہ مسیح موعود کا مکفر اس کفر کا مرتکب ہے جو دائرہ سے خارج کر دیتا ہے تو یہ آپ کے دوسرے مسلمات کے خلاف ہے کیونکہ آپ کے نزدیک دائرہ صرف لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ہے اور مسیح موعود کا مکفر لا الٰہ الا اللہ کا مقر ہے اور جب تک لا الٰہ الا اللہ کا انکار نہ کرے وہ بقول آپ کے دائرہ سے خارج نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ خود صفحہ ٦ میں فرماتے ہیں

"وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا جبتک لا الٰہ الا اللہ کا انکار نہ کرے۔"

سو (۱) نہ تو حضرت صاحب کا مکفر دائرہ کے اندر کا کافر ہے کیونکہ دائرہ کے اندر کا کافر تو بقول آپ کے محض منکر بھی ہے پھر مکفر اور منکر میں فرق کیوں کرتے ہو (۲) اور نہ ہی حضرت صاحب کا مکفر دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ بقول آپ کے دائرہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ہے اور مسیح موعود کا مکفر لا الٰہ الا اللہ کا اقراری ہے اور وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا جبتک لا الٰہ الا اللہ کا انکار نہ کرے۔

غرض پہلا کفر تجویز کرنے سے مکفر اور محض منکر میں مساوات ماننی پڑیگی اور دوسرا کفر تجویز کرنے سے دائرہ اسلام ٹوٹتا ہے بھلا دیکھیں آپ کیا جواب دیتے ہیں وہ دو نہ فرط القتاد۔

الفضل کی اشاعت بڑھانیکی طرف توجہ کیجائے

الفضل کو عمدہ اور مفید پرچہ بنانیکے لئے ہم مقدور بھر کوشش کر رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی خدا کی توفیق سے کرتے رہینگے مگر جب بھی اسکا حلقہ اشاعت وسیع نہیں بہت سی مشکلات پر ہم غالب نہیں آسکتے کیسے افسوس کی بات ہے کہ احمدی جماعت کے پرجوش و معزز افراد ایک ہزار بھی الفضل کے خریداروں کی تعداد نہ بنا سکیں اور اسکا وجہ کارخانہ پہ ہی پڑتا اور پڑتا جائے میں چاہتا ہوں کہ معزز ناظرین ایکدفعہ پھر ہمت سے کام لیں اور اپنے حلقہ احباب میں ایک پر زور تحریک کر کے ایک مہینے کے اندر کم از کم دو سو خریدار اور مہیا کر دیں جو کوئی بہت بڑا مطالبہ نہیں صرف ایک عزم کی ضرورت ہے باقی اخبار اپنی سفارش خود کریگا ۸ روپیہ ماہوار کوئی بڑی بات نہیں قیمت بہر حال پیشگی آنی چاہیئے خواہ باقساط ہو جو صاحب ہماری اس تحریک کا عملی جواب دیں گے انکی فہرست شائع ہوتی رہے گی ۱۸ جون سے نیا سال شروع ہو نیوالا ہے درس قرآن مجید کا بھی اہتمام کیا گیا ہے پس نئے خریداروں کے لئے یہ موقعہ ہے۔ خاکسار (مینیجر الفضل)

ظہور المہدی اس کتاب میں احمدی مذہب کو ایمان باللہ سے لیکر الیوم الآخر تک مفصل و مدلل بیان کیا گیا ہے اور اسکے علاوہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے تمام دلائل کو یکجا کر دیا ہے حجم ۵۲۳ صفحے جس میں پانسو صفحے جس میں پانسو صفحے کا مضمون ہی قیمت صرف سوا روپیہ معرفت مینیجر الفضل

وی پی آتے ہیں

چونکہ ۱۸ جون کو الفضل کا سال ختم ہوتا ہے اسلئے بہت سے احباب کے نام وی پی جائینگے ان کے وصول کرنیکے لئے تیار رہیں اور بہت بہتر ہو کہ بذریعہ منی آرڈر قیمت ارسال فرما دیں۔ مینیجر

خط و کتابت میں خریداری کا نمبر ضروری ہے جو نمبر نہ پہنچے اسی ہفتہ میں اسکو طلب کرنا چاہیئے۔

جن احباب نے اپنا پتہ تبدیل کروانا ہو وہ ہمیں اطلاع دیں کیونکہ چٹیں ازسر نو لکھوائی جائینگی۔

احیائے موتیٰ

حضرت مسیح کے مردے زندہ کرنیکی حقیقت

نمبر ۳

پچھلے دو مضمونوں میں بائیبل سے یہ ثابت کرکے دکھلایا گیا ہے کہ حضرت مسیح روحانی مُردے زندہ کرتے اور روحانی زندگی عطا کیا کرتے تھے یہ سلسلہ مضمون نامکمل رہیگا۔ اگر بائیبل کے ان قصوں پر کچھ روشنی نہ ڈالی جائے جن میں ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح نے جسمانی مُردے زندہ کئے ہیں کیونکہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان مضامین سے یہ تو ثابت ہوگیا۔ کہ حضرت مسیح روحانی مُردے زندہ کرتے اور روحانی زندگی دیتے تھے۔ لیکن یہ کہاں سے نکلتا ہے کہ انہوں نے جسمانی مُردے زندہ نہیں کئے اور جب بائبل میں ایسے واقعات درج ہیں جن سے جسمانی مُردوں کے زندہ ہونیکا ثبوت ملتا ہے تو پھر اسبات کا کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے ہاں اب یہ کہا جائیگا کہ حضرت مسیح روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے مُردے زندہ کیا کرتے تھے۔ گو اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ جب حضرت مسیح کو ایک نبی مانا جاتا ہے اور اس سے بڑھکر انہیں کوئی درجہ نہیں دیا جاتا ہے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ انہوں نے ایسے ہی مردوں کو زندہ کیا ہے جیسے اور انبیاء کرتے آئے ہیں نہ کہ کسی اور طرح کے مردوں کو اور جبکہ بائبل جسمانی مُردوں کے ایک دو اور وہ بھی مشتبہ واقعات کے علاوہ ہر جگہ روحانی زندگی کی بڑے زور سے تائید کرتی ہے تو ایسا خیال کرنا بالکل درست ہے تاہم میں بائبل کے ان قصوں پر جنمیں جسمانی مُردے زندہ کرنیکا ذکر ہے۔ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ لیکن پیشتر اسکے چند باتیں بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

اول۔ یہ کہ موجودہ توریت و انجیل کسی مسلمان کے نزدیک اصل توریت انجیل نہیں ہیں۔ بلکہ محرف و مبدل مانی جاتی ہیں۔ میرا بھی یہی عقیدہ ہے اور اسکا ثبوت بائبل سے دیا جاسکتا ہے اسلئے یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ جسمانی مُردوں کے زندہ ہونے والے قصے ہمارے سامنے اصل رنگ میں موجود ہیں

دوم۔ موجودہ اناجیل اربعہ کو اصل کتابوں کا ترجمہ کہا جاتا ہے اور یہی ترجمہ ہمارے پاس ہے اصل زبان میں انکا ملنا ناممکنات سے ہے اسلئے ہم اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ایک زبان کے الفاظ اور محاورات کا ہو بہو کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنا ناممکن ہے کہہ سکتے ہیں کہ انجیلی واقعات ہمارے سامنے اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہیں

سوم۔ انجیلوں کا ترجمہ ان لوگوں کی قلم سے نکلا ہوا ہے جو حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا مانکر انہیں آسمان پر خدا کی داہنی جانب بٹھا چکے ہیں۔ اور جن کے دل و دماغ میں یہ عقیدہ جڑ پکڑ چکا ہے کہ حضرت مسیح جسمانی مردوں کو زندہ کرتے تھے اسلئے ضروری ہے کہ انکے اس عقیدہ کا اثر کسی واقعہ کا ترجمہ کرتے وقت الفاظ پر بھی پڑے۔ اور وہ ان کا ترجمہ اپنے ڈھب کا کرلیں۔

ان مشکلات کے ہوتے ہوئے انجیل کے کسی واقعہ کی حقیقت کا کھوج لگانا آسان کام نہیں تاہم عاقلے را اشارہ کافیست کے مطابق اگر کوئی غور سے کام لیگا تو اسے معلوم ہوجائیگا کہ اصلیت کیا ہے؟

اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ چاروں انجیلوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو اپنی ساری زندگی میں صرف تین ایسے موقعے پیش آئے ہیں جنمیں انہوں نے مُردے زندہ کئے ہیں اگر ان واقعات کی تعداد پر ہی غور کیا جائے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ جسمانی مردے زندہ نہیں کئے گئے کیونکہ اگر حضرت مسیح کسی ایک مردہ کو بھی زندہ کردیتے تو پھر تو جس کسی کا کوئی عزیز یا رشتہ دار مرتا وہ جس طرح بھی ہوسکتا حضرت مسیح کو اسکے زندہ کرنے پر راضی کرالیتا۔ اور اگر حضرت مسیح اسکے کہنے پر راضی نہ ہوتے تو بھی بائبل میں اس طرح کسی کے عرض معروض کرنیکا ذکر تو ضرور ہونا چاہئیے تھا لیکن یہ بھی نہیں ہے اگر یہ کہا جاوے کہ کسی نے انہیں کہا ہی نہیں ہوگا تو یہ بھی ماننے کی بات نہیں۔ کیونکہ کون نہیں چاہتا کہ اس سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوجانے والا عزیز زندہ ہوکر اسکے پاس ہی رہے اور اسکی آنکھوں کے سامنے منوں مٹی کے نیچے دبایا جائے یہ تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ حضرت مسیح کی زندگی میں صرف تین آدمی مرے تھے جن کو انہوں نے زندہ کردیا اسلئے ایسے واقعات کی قلت جن میں سے اگر ایک بھی سچا ہوتا تو اور واقعات کا کثرت سے نہ ہونا ناممکن ہے بتاتا ہے کہ انکی درستی میں شک ہے، اور اصل واقعات کسی اور صورت میں ہیں۔

اب میں یکے بعد دیگرے ان واقعات کو پیش کرتا ہوں۔ ایک واقعہ تو لوقا باب ۷ میں اس طرح درج ہے کہ "تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ وہ (حضرت مسیح) نائین نام ایک شہر کو گیا اور اسکے شاگرد اور بہت سے لوگ اسکے ہمراہ تھے جب وہ شہر کے پھاٹک کے نزدیک پہنچا تو دیکھا ایک مردے کو باہر لئے جاتے تھے وہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا اور وہ بیوہ تھی اور شہر کے بہتیرے لوگ اسکے ساتھ تھے۔ اسے دیکھکر خداوند (حضرت مسیح) کو ترس آیا اور اس سے کہا کہ رو نہیں پھر اسکے پاس آکر جنازے کو چھوا۔ اور اٹھانے والے کھڑے ہوگئے اسنے کہا اے جوان میں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ وہ مردہ اٹھ بیٹھا اور بولنے لگا اور اسنے اسکی ماں کو سونپ دیا اور سب پر دہشت چھا گئی اور وہ خدا کی بڑائی کرکے کہنے لگے کہ **ایک بڑا نبی ہم میں اٹھا ہے اور یہ کہ خدا نے اپنی امت پر توجہ کی ہے** اور اسکی نسبت یہ خبر سارے یہوداہ اور تمام گرد و نواح میں پھیل گئی"

یہ واقعہ صرف لوقا کی انجیل میں درج ہے اور باقی تینوں انجیلیں اس سے ساکت ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو متی مرقس اور یوحنا نے قابل وثوق نہیں سمجھا کیونکہ اگر وہ ایسا سمجھتے تو ضرور اسکو اپنی اپنی کتابوں میں درج کرتے۔ لوقا کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک بڑا عظیم الشان واقعہ ہے اور حضرت مسیح کی صداقت کا بہت بڑا نشان ہے اگر اسکی کچھ بھی حقیقت ہوتی تو وہ اسکے بیان کرنے میں خاموش نہ رہتے لیکن انہوں نے اسکا ذکر تک نہیں کیا۔

یہ پہلی بات ہے جو اسکی صداقت کو معرض خطر میں ڈالتی ہے دوسری بات وہ عبارت ہے جس کو موٹا کر دیا گیا ہے جو ان لوگوں نے مردہ کے زندہ ہوجانے پر کہی کہ "ایک بڑا نبی ہم میں اٹھا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کا زندہ کرنا انکے نزدیک کسی انسان کے نبی ہونیکا نشان ہے پس اگر وہ پہلے نبیوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ وہ جسمانی مردے زندہ کیا کرتے تھے تو کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کے ہاتھ سے بھی نظارہ دیکھکر ایسا کہا ہوگا

اور اگر نہیں تو انہوں نے حضرت مسیح کو نبی کیوں قرار دیا ۔ اور اس واقعہ کو انکی نبوت کا نشان کیوں سمجھا ۔ ان کا یہ کہنا بتاتا ہے کہ انہوں نے کوئی واقعہ اس طرح کا دیکھا ہے جس طرح کا انبیاء سے ظہور پذیر ہوا کرتا ہے اور ان کا یہ کہنا کہ "خدا نے اپنی امت پر توجہ کی ہے" اسکی تصدیق کرتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا اپنی امت پر توجہ کرنا یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی رسول کو لوگوں کی راہنمائی کے لئے بھیج دیتا ہے نہ کہ کسی مردہ کا زندہ ہو جانا خدا کی توجہ کی علامت ہے ۔ پس اس واقعہ سے دیکھنے والوں کا یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت مسیح ایک بڑا نبی ہے اور خدا نے اسکے بھیجنے سے اپنی امت کی راہنمائی کی ہے صاف طور پر بتاتا ہے کہ وہ مردہ اس طرح کا زندہ ہوا تھا ۔ جس طرح کا انبیاء کر لیا کرتے ہیں ۔ یعنے ایسے بیماروں کو جو ظاہری طور پر مردہ ہو چکتے ہیں یا قریب المرگ ہو جاتے ہیں ۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی کہ وہ لڑکا غشی کی حالت میں ہوگا ۔ حضرت مسیح نے اسے اس حالت میں دیکھکر دعا کی ہوگی ۔ جو خدا تعالےٰ نے منظور فرمالی ہوگی ۔ اور وہ لڑکا ہوش میں آکر بولنے لگ گیا ہوگا ۔ اگر اس بات کو انکی نبوت کی نشان اور علامت قرار دیا جائے اور یہ دیکھکر لوگ انہیں "بڑا نبی" کہنے پر مجبور ہوں ۔ تو کوئی حیرانی کی بات نہیں کیونکہ یہ بھی انبیاء کی نشانوں میں ایک نشان ہے کہ حالت یاس اور ناامیدی میں جب ظاہری علامات سے ناکامی کا فتویٰ مل چکتا ہے تو انکی دعا سے وہ کام ہو جاتا ہے ۔

گو اس واقعہ کو جن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے وہ غلطی میں ڈالنے کا باعث ہو سکتے ہیں تاہم اس بات کی تائید کہ وہ لڑکا مرا نہیں تھا اس طرح ہوتی ہے کہ یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ اسے باہر دفن کرنے کے لئے لے جا رہے تھے بلکہ یہ لکھا ہے کہ باہر لئے جا رہے تھے ممکن ہو کہ وہ اسے غش میں سمجھکر کسی طبیب کے پاس لئے جا رہے ہوں ۔ اور حالت اضطرار اور ناامیدی میں رو رہے ہوں ۔ انکو اس حالت میں دیکھنے والے نے از خود یہ نتیجہ نکال لیا ہو کہ مرے کو لئے جاتے ہیں اور اگر یہ بھی سمجھا جائے کہ واقعہ میں وہ اسے مردہ سمجھ کر دفن کرنے کے لئے لے جا رہے تھے ۔ تو بھی تعجب کی بات نہیں ۔ کیونکہ غشی کی بعض حالتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بیمار مردہ ہی معلوم ہوتا ہے ۔ یہ قرائن تو یہ ہیں ۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے جسمانی مردے کو زندہ نہیں کیا اور نہ ایسا ہو سکتا ہے ۔ بلکہ ایک ایسے بیمار کو جس کو دیکھکر لوگ مردہ سمجھ چکے تھے ۔ اور اس کی زندگی کی ظاہری علامات جواب دے چکی تھیں اسکو اپنی دعا سے اچھا کر دیا ہے ✦

حضرت اقدس کی کتاب اسلام کی فلاسفی کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں

برادر عبدالرحیم صاحب کا یہ خط نہایت دلچسپی سے پڑھا جائیگا کہ تا ہمارے دوستوں کو کامیاب و کامران کیسے کہ وہ آتی دور اور ایسے ابتلاء کے مقام میں اشاعت اسلام کے متعلق یہ جوش رکھتے ہیں ✦

میرے پیارے آقا میرے مطاع میرے ہادی و رہنما خلیفۃ المسیح السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ میں نے ایکدفعہ لکھا تھا کہ اس لیڈی نے جس نے کہ وعدہ کیا تھا ۔ کہ ٹیچنگز آف اسلام کا ترجمہ بلا قیمت کر دونگی ۔ ترجمہ کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن بعد ازاں ترجمہ کر دینے کو قبول کر لیا ۔ کیونکہ میں نے اسے کہا تھا ۔ کہ وعدہ کی خلاف ورزی ٹھیک نہیں ۔ اسکے بعد جب ترجمہ شروع ہو گیا تو چوہدری صاحب نے تحریر فرمایا کہ ترجمہ لنڈن میں کسی لائق عالمہ سے کروانا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے ۔ کہ وہ لیڈی اچھا ترجمہ نہ کر سکے ایکدفعہ جیسا میں نے اسکی اصلی چٹھی کو جو کہ لیڈی نے میری طرف لکھی تھی ۔ چوہدری صاحب کے ملاحظہ اور یقین دلانے کے واسطے روانہ کی ۔ تو انھوں نے فرمایا ۔ کہ لیڈی سکاٹلینڈ کی رہنے والی ہے دوسرے اسنے ترجمہ کرنے سے ایک دفعہ انکار بھی کر دیا تھا ۔ اسلیئے یقین نہیں پڑتا ۔ کہ وہ ترجمہ اچھی طرح تو جے کرے ۔ جب کچھ حصہ ترجمہ کا پورا ہو جاوے ۔ تو ہماری طرف بھیجدو تا کہ کسی لائق فرنچدان عالم سے مشورہ لیا جاوے ۔ میں نے جا کر لیڈی سے ذکر کیا ۔ اور ترجمہ لیکر چوہدری فتح محمد صاحب کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیا ۔ الحمدللہ آج ان کی طرف سے وہی ترجمہ واپس آیا ہے جسے انہوں نے پسند کیا ہے ۔ چنانچہ مفصلہ ذیل الفاظ جو انہوں نے تحریر فرمائے بجنسہ نقل کرتا ہوں "ترجمہ بہت عمدہ ہے ۔ میں اسکا مسودہ مناسب ہدایات کے ساتھ واپس کرتا ہوں ۔ اگر ترجمہ کرنے والی لیڈی پسند کرے تو ان سے فائدہ اٹھائے ۔ الحمدللہ ۔"

میں کل انشاء اللہ لیڈی مس فلورا میک کول کے پاس جاؤنگا اور اسکو اطلاع دونگا ۔ کہ تمہارا ترجمہ عمدہ ہے ✦ اسلیئے میں گزارش کرتا ہوں ۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے التجا کریں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے کوئی نشان فلورا میک کول پر ظاہر فرماویں جس سے کہ اسکی گردن اسلام کی طرف جھک کر زمرہ احمدیت میں داخل ہو جاوے ✦

پھر میں اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں ۔ کہ اس نے چوہدری فتح محمد صاحب کی معرفت (کہ اسی نے آپکے ہاتھوں سے لنڈن میں ایک پودا لگوایا ہے) ایک جینٹس کو مشرف باسلام فرما کر سلسلۂ احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق فرمائی ۔ اور حضور کو بھی مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ حضور کے خلافت میں اللہ تعالیٰ اسلام کو دور دور تک بلکہ کل روئے زمین تک پھیلا وے ۔ اور دنیا میں وہ پاک دل بکثرت پیدا ہو جاویں ۔ جو اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر گرنے والے ہوں ۔ اور اسی کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہوں ۔ وہ اللہ تعالےٰ ہی کو اپنا ماوا و ملجا قرار دینے والے ہوں ۔ اور تمام دنیا میں جو فساد نظر آتے ہیں ۔ امن سے بدل جائیں ✦

"فرنچ زبان میں ٹیچنگز آف اسلام کو چھپوانے کے لئے مفصلہ ذیل بھائیوں نے مفصلہ ذیل رقوم دینے کا وعدہ فرمایا ہے :۔

ڈاکٹر محمد حسین صاحب ۲۲۵ مارک	ڈاکٹر محمد الدین صاحب مارک ۱۰۰
قاضی عبدالرحمن صاحب ۱۲ مارک	بندہ عبدالرحیم کلرک مشن ہسپتال مارک ۱۶
ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب ۱۲ مارک	لاہور جنرل ہسپتال بولون ۵ فرانک

میزان کل ۳۴۶ مارک

میں بے علم ہوں ۔ وہ اللہ مجھے علم سکھا دے میں بے عمل ہوں ۔ وہ مجھے باعمل بنا دے ۔ میں ناچیز ہوں ۔ وہ مجھے چیز بنا دے سب احمدی بھائیوں کی خدمت میں السلام علیکم ۔ اور دعا کے لئے عرض کرتا ہوں ۔

(عبدالرحیم)

حضرت صاحبزادہ اولو العزم خلیفۃ المسیح والمہدی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

گائے ذبح کی گئی تھی۔ اور اس کے کسی ٹکڑہ کے مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اس نے اپنے قاتل کا پتہ بھی بتا دیا تھا۔ تب بھی ہمیں ان معنوں کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ واقعات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس امر کے متعلق تین طرح کی تاریخی شہادتوں میں سے ایک قسم کی شہادت بھی نہیں پائی جاتی ✣

تین قسم کی شہادتوں سے میری مراد ایک تو عام تاریخ ہے۔ جس کا مذہبی خیالات یا اعتقادات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس کے مصنف کسی قوم کے عام مورخ یا اس قوم کے آس پاس کے رہنے والے مورخ ہوتے ہیں۔ دوسرے اس قوم کی مذہبی کتاب ہو جس سے اسکی ابتدائی مذہبی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ سوم وہ روایات ہیں جو اس قوم میں نسلاً بعد نسلاً مشہور چلی آتی ہیں۔ سو نہ تو بنی اسرائیل کے متعلق جو عام تاریخی کتب لکھی گئی ہیں۔ ان سے ہی کسی ایسے واقعہ کا پتہ چلتا ہے۔ جو ہمارے مفسرین بیان کرتے ہیں۔ اور نہ ہی توریت میں کسی ایسے واقعہ کا ذکر ہے۔ اور نہ ہی بنی اسرائیل کے قصص میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ جو گو قابل قبول نہیں۔ لیکن پھر بھی ایک حد تک مفسرین کو معذور قرار دینے میں ممد ہو سکتا ہے۔ لیکن جبکہ ان تینوں تاریخی ثبوتوں میں سے ایک ثبوت بھی ان قصص کی تائید میں نہیں ملتا جو ہمارے مفسرین بیان کرتے ہیں۔ تو ان کے خیال کو کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے۔ بنی اسرائیل تو قصوں کے بنانے اور اپنے نبیوں کی عظمت کے واقعات کے ایجاد کرنے میں ایک خاص طور پر مشہور قوم ہے۔ اس وقت بھی جبکہ ان کا مذہبی ذخیرہ کتب بہت کچھ تباہ ہو چکا ہے۔ ہزارہا صفحات کی ایسی کتب موجود ہیں۔ جن میں ان کے نبیوں کے واقعات درج ہیں۔ اور جن سے انکی قوم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ پس ایسی قوم کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ایک ایسے واقعہ کو جو انکی قومی تاریخ کی عجیب در عجیب روایات کو چار چاند لگا دیتا تھا۔ نظر انداز کر دیتے۔ بنی اسرائیل سے یہ تو امید ہو سکتی ہے بلکہ ان کا یہ معمولی کام تھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے واقعات کو بڑھا کر بیان کرتے تھے لیکن یہ بات انکی نسبت خیال میں بھی نہیں لائی جا سکتی کہ ایسے عظیم الشان واقعہ کو جس میں ایک مُردہ کے عجیب طور پر زندہ ہونے کا ذکر تھا۔ اپنی تاریخ سے محو ہونے دیتے۔ اگر توریت اس سے خاموش بھی رہتی۔ تب بھی بنی اسرائیل اپنی دیگر کتب میں .. اُسے ایسا بڑھا بڑھا کر بیان کرتے کہ ہزاروں صفحات اس کی تفصیل میں سیاہ کر دیتے۔ لیکن انکی کتب کا اس واقعہ کے متعلق خاموش رہنا اسبات کا ثبوت ہے۔ کہ یہ قصص یا تو ان بے ہودہ روایات میں سے ہیں جو ادنےٰ درجہ کے لوگوں میں زبانی طور پر مشہور چلی آتی ہیں۔ اور ان سے سُنکر ہمارے مفسرین نے اپنی تفسیروں میں انکو جگہ دیدی ہے۔ اور یا کسی شریر آدمی نے اسلام اور مسلمانوں سے ٹھٹھا کرنے کے لئے بعض مُسلمان علماء کو یہ قصہ اپنی کتب کی طرف منسوب کر کے سُنا دئے ہیں۔ اور انھوں نے حسن ظنی سے کام لیکر زیادہ تحقیقات کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اور بعینہٖ اسی طرح اپنے درسوں میں انکو بیان کرنا شروع کر دیا ہے حالانکہ قرآن کریم میں ہی یہود کی صفت مذکور تھی کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ کہ وہ باتوں کو پھیر پھار کر کچھ سے کچھ بنا دیتے ہیں۔ کاش کہ ان قصص کو نقل کرنے سے پہلے اسبات پر غور کر لیا جاتا کہ ہر ایک واقعہ جو نقل کیا جائے۔ اس کا کوئی ثبوت ہونا چاہیئے اور ثبوت کی ضرورت ان واقعات میں بھی پیش آتی ہے جو روزمرہ ہوتے ہیں۔ اور جن کا ہونا عقل سے بعید نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہدے کہ حضرت موسیٰ ایران بھی گئے تھے۔ تو گو یہ بات عقل سے بعید نہیں۔ اور آپکا ایران جانا بعید از عقل نہیں۔ لیکن ایک عقلمند انسان کبھی اس واقعہ کو اس وقت تک قبول نہ کریگا۔ جبتک تاریخ سے بھی اسبات کو ثابت نہ کر دیا جائے کہ آپ ایران گئے تھے۔ پس ان واقعات کے ماننے کے لئے بھی جو احاطۂ امکان سے باہر اور عقل سے بعید نہیں ہوتے بلکہ عین ممکن ہوتے ہیں۔ جبکہ ثبوت اور دلیل کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسے واقعات کو جو خلاف عقل اور عجیب در عجیب حالات پر مشتمل ہوں کب بلا ثبوت قبول کیا جا سکتا ہے۔ کل عالم انسان اسبات کو قبول کرتے ہیں کہ کوئی واقعہ جس قدر عقل سے بالا اور روزمرہ کے حالات کے مخالف ہو۔ اس کے لئے اسی قدر زبردست ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس اس عجیب ترین واقعہ کو بلا ثبوت کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس اصل کے ماتحت یہود سے ثبوت طلب کیا جاتا تو ہمارے مفسرین کو معلوم ہو جاتا کہ یہود نے ان کو دہوکا دیا ہے یا یہ نہایت غیر معتبر روایات انہیں سُنا دیگئی ہیں ✣

اگر ہم اس امر کو بھی جانے دیں کہ ان واقعات کی تصدیق تاریخ کی شہادت سے نہیں ہوتی۔ تب بھی انکے جھوٹا ہونے کی ہمارے پاس کافی شہادت ہے۔ اور وہ ان قصص کا اختلاف ہے۔ مقتول کون تھا کہاں تھا۔ گائے کا کونسا حصہ اُسے مارا گیا تھا۔ گائے کہاں سے آئی کس قیمت کو آئی۔ اس کے متعلق بیسیوں روایات ہیں۔ ہر ایک روایت دوسری روایت کے مخالف ہے۔ مثلاً گائے کے ٹکڑہ کے متعلق اس قدر روایات ہیں:۔

(۱) کوئی کہتا ہے زبان ماری گئی تھی ✣
(۲) کوئی کہتا ہے۔ ران کا گوشت مارا گیا تھا ✣
(۳) کوئی کہتا ہے کہ کان کے پاس کی ہڈی ماری گئی تھی ✣
(۴) کوئی کہتا ہے۔ کمر کے نیچے کی باریک ہڈی ماری گئی تھی ✣

(۵) کوئی کہتا ہے کہ دونوں کندھوں کے درمیان کا گوشت مارا گیا تہا ۔

(۶) کوئی کہتا ہے کہ کوئی ہڈی مارنے کا حکم دیا گیا تھا ۔

(۷) کوئی کہتا ہے کہ جسم کے اعضاء میں سے کوئی عضو مارنے کا حکم دیا گیا تھا اسی طرح مقتول اور قاتل اور مقام اور کیفیت حیات اور گائے اور گائے والے اور گائے کی قیمت میں اختلافات ہیں جو پچاس ساٹھ سے کم نہیں۔ پس یہ اختلافات ان قصص کے باطل اور غلط ہونے کی آپ دلیل ہیں۔ ایسے عظیم الشان واقعہ کی نسبت اسقدر اختلاف کیونکر ہوسکتا تھا یہ اختلاف صاف صاف بتا رہا ہے کہ ان قصص کی اصلیت صفحۂ دنیا پر تلاش کرنے کی بجائے ذہن انسانی میں تلاش کرنی چاہیئے ۔

چوتھا ضروری علم جس سے ہم آیات قرآنیہ کی تفسیر کر سکتے ہیں لغت ہے مگر لغت بھی اس قصہ کی تائید نہیں کرتی۔ کیونکہ الفاظ قرآن سے وہ مطلب مترشح نہیں ہوتا جو ان قصص سے ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ عقل اور حکمت الہٰی بھی اس واقعہ کے صریح خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ ایک ایسے قتل پر جو نہایت معمولی حیثیت رکھتا تھا۔ اسقدر عظیم الشان نشان دکھایا گیا۔ اور اگر نشان کے دکھانے میں کوئی حکمت بھی تھی تو گائے کو ذبح کرکے اس کے ٹکڑہ کے ارنے میں کیا حکمت تھی کہ جس سے بنی اسرائیل کے دل میں گائے کی عظمت کے گھر کر جانے کا خطرہ تھا۔ بنی اسرائیل تو آگے ہی گائے کے پرستار تھے۔ اور فرعونیوں کے خیالات سے اس قدر متاثر تھے کہ غیر اللہ کی پرستش خصوصاً گائے کی پرستش کے لئے بیقرار ہو رہے تھے انکے سامنے ایسا نشان دکھانا جس سے گائے کی عظمت ثابت ہو اور بھی خطرناک تھا۔ اور اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا تھا کہ وہ اس نشان کو گائے ہی کی طرف منسوب کرتے اور سمجھتے کہ یہ سب طاقت گائے کی ہے۔ کہ اس کے گوشت کے چھونے سے ایک مردہ زندہ ہوگیا۔ اور اگر اس طرح کے نشانات دکھا کر ان کے دل میں گائے کی عظمت بٹھائی گئی تھی۔ تو پھر بچھڑہ کی پرستش کرنے میں وہ ایک حد تک معذور ہی تھے۔

اسی طرح جب ہم ابیات کو دیکھتے ہیں کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اسمیں تو گائے کے ذبح کرنے کا پہلے ذکر ہے۔ اور قتل نفس کا بعد میں تو مذکورہ بالا قصہ کی کمزوری بلکہ لغویت اور بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قصہ تو بتاتا ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اس کے قاتل کا پتہ لگانے کے لئے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور اس کا ٹکڑہ مارنے سے مردہ زندہ ہوگیا۔ اور اس نے قاتل کا پتہ بتادیا۔ لیکن قرآن کریم کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یا تو گائے کا واقعہ بالکل الگ واقعہ ہے۔ اور یا گائے پہلے ذبح کیگئی ہے اور قتل بعد میں ہوا ہے۔ کیونکہ گائے کا واقعہ پہلے بیان فرمایا ہے۔ اور قتل کا بعد میں اگر یہ دونوں واقعات الگ الگ ہوتے۔ تب تو یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ ایک واقعہ کو اس کی اہمیت کی وجہ سے باوجود تاخر زمانی کے پہلے بیان کردیا گیا ہے۔

لیکن ایک ہی واقعہ کا پچھلا حصہ پہلے بیان کردینا کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ پس گائے کے واقعہ کو یا تو پہلے ثابت کیا جائے کہ ابھی کوئی شخص قتل نہ ہوا تہا کہ حضرت موسیٰ نے الہام الٰہی سے لوگوں سے گائے ذبح کروائی۔ اور جب وہ ذبح ہوگئی تو اس کے بعد کوئی شخص قتل کیا گیا۔ اور آپ نے لوگوں کو بتایا کہ اس مقتول کو اس گائے کا ایک حصہ مارو۔ لیکن جو روایات سنائی جاتی ہیں۔ انمیں تو یہ مذکور ہے کہ قتل پہلے ہوا اور گائے بعد میں ذبح ہوئی اور یہ ترتیب قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔ اسلئے ہم قرآن کریم کو چھوڑ کر ان قصص کو نہیں مان سکتے۔ پھر ایک اور بھی بات ہے۔ اور وہ یہ کہ اذبحوا البقرۃ والی آیت کو پڑھنے سے ہر ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ گائے کے ذبح کرنے کا واقعہ اپنے اندر ایک خاص شان رکھتا ہے۔ اور اس کے متعلق ایک لمبا چوڑا مباحثہ ہوا ہے۔ اور الفاظ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود اپنے اندر ایک اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن جو قصص بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں گائے کے ذبح کرنے کا واقعہ کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا بلکہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ پس بہر حال ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ گائے کی قربانی ایک علیحدہ شے تھی۔ اور وہ اپنی ذات میں ایک مستقل واقعہ تھی۔ اور خاص اہمیت رکھتی تھی ورنہ ایسے زور اور تفصیل سے اس کے بیان کرنے کی کیا حاجت اور ضرورت تھی۔ اس تفصیل سے اس کا بیان کرنا ابیات کا ثبوت ہے کہ گائے کا ذبح کرنا کسی قاتل کو زندہ کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ وہ خود اپنے اندر ایک اہمیت رکھتا تھا۔ تبھی تو خدا تعالیٰ کیطرف سے اس زور سے وہ حکم دیا گیا۔ اور بنی اسرائیل کو اس کے قبول کرنے میں اسقدر عذر تھا ورنہ جن لوگوں پر قتل کا الزام تہا۔ اور وہ اس سے بچنے کے لئے اور اپنے نام کو پاک کرنے کے لئے اسقدر متفکر تھے۔ انکی نسبت یہ خیال کب کیا جاسکتا ہے کہ وہ گائے کے ذبح کرنے میں اس قدر ردّ و کد کرینگے۔ وہ تو حضرت موسیٰ سے حکم سنتے ہی دوڑ پڑتے اور گائے ذبح کردیتے۔ ان کا اس قدر سوال کرنا اور گائے ذبح کرنے سے جی چرانا ثابت کرتا ہے کہ یہ حکم کسی اور غرض سے تھا۔ اور خاص اہمیت رکھتا تھا اور وہ یہی غرض تھی۔ جو کہ مینے پچھلے رکوع میں بیان کی تھی۔ اور جو قرآن کریم سے ثابت ہے کہ یہود کے دل سے گائے کی عظمت دور کرنی منظور تھی۔ اور وہ بوجہ گائے کی عظمت کے قربانی گاؤ سے جی چراتے تھے۔ اور حجتیں کرتے تھے۔ اور ہر سوال پر ان کے لئے ایسی شرائط مقرر کردی جاتی تھیں۔ جو کسی ایسی درشنی گائے میں پائی جاتی تھیں جس کی عظمت ان کے دل میں خاص طور پر تھی۔ جیسا کہ اہل ہنود کا حال ہے۔

غرض جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے۔ وہ قصص جو ان آیات کے متعلق لکھے گئے ہیں۔ سرتا پا غلط اور الفاظ قرآن اور احادیث اور تاریخ اور لغت اور عقل کے خلاف ہیں۔ اور ہمیں ان آیات کے معنے کرنے کے لئے ان قصص کی بجائے کسی اور طرف نگاہ دوڑانی چاہیئے۔ اور چونکہ قرآن کریم کے الفاظ سے اور پھر اذ قتلتم والی آیت کو واؤ سے شروع کرنے سے یہ ثابت ہے کہ قتل نفس والا واقعہ اور ہے

اور گائے کا واقعہ اور۔ اس لئے ہمیں واذ قتلتم والی آیت کے معنے الگ کرنے پڑینگے کیونکہ دونوں آیات کو ملا کر معنے کرنے سے ضرور غلطی ہوگی ؛

اب جبکہ میں یہ بتا چکا ہوں کہ وہ معنے جو مفسرین نے کئے ہیں۔ غلط ہیں اور ان کا تعلق اس آیت سے ہرگز نہیں ہے۔ تو اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ اس آیت کے کیا معنے ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ آیت کے ظاہر الفاظ سے تو اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے کوئی ایسا قتل کیا ہے۔ جو بحیثیت جماعت ان کے اعمال پر روشنی ڈالتا ہے۔ ورنہ عام قتل تو لوگ کرتے ہی رہتے ہیں۔ ان قتلوں سے سب جماعت پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ اور اس سورۃ میں تو بنی اسرائیل کی ان شرارتوں کا ذکر ہے۔ جن سے انکی قوم کی کمال درجہ کی شرارت کا اظہار ہوتا تھا۔ پس عام قتل کا ذکر اس آیت کا مقصود نہیں ہو سکتا۔ غرض اول تو ایک ایسے قتل کا واقعہ بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے۔ جس سے انکی کمال شرارت ظاہر ہوتی ہے۔ اور پھر اس کے بعد انکی سزا کا اظہار کیا ہے۔ کہ اس قتل پر ہم نے تم کو سزا دی۔ اور اسطرح اپنی طاقت کا اظہار کیا ہے وہ قتل کس نفس کا کیا تھا۔ اور کیا واقعہ تھا۔ اس کے متعلق ہمیں تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے کیونکہ ایسے قتل کا حال تاریخ ہی ہمیں بتا سکتی ہے۔ جس کا اثر بنی اسرائیل پر پڑتا ہے بعض ہمارے دوست تو اس قتل سے مسیح کو مراد لیتے ہیں۔ اور قتل سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ قتل کا فعل یہود سے سرزد ہوا۔ آگے یہ اور بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل ہونے سے بچالیا۔ اور چونکہ مسیح کو صلیب پر لٹکانے کا فعل یہود کا ایک نہایت مکروہ اور خطرناک فعل تھا۔ اس لئے اگر یہ معنے بھی کئے جائیں تو بالکل درست ہیں۔ لیکن اس قتل کے علاوہ یہود کے دو اور قتل بھی ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئے تھے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں انہیں سے ایک کی طرف اشارہ ہو۔ ایک قتل تو یہ تھا کہ ایک یہودی نے ایک مسلمان لڑکی کا سر پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا تھا اور جب اس لڑکی کے آگے ایک ایک کر کے یہود کا نام لینا شروع کیا۔ تو اُسنے ایک یہودی کے ذکر پر اشارہ کیا کہ یہی شخص میرا قاتل ہے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے قتل کروا دیا۔ اور اس کا سر بھی سزا کے طور پر اسی طرح کچلا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول اسی واقعہ کو اس آیت کا مشاراً الیہ فرمایا کرتے تھے۔ اور واقعہ بے شک اس آیت کے الفاظ پر چسپاں ہو جاتا ہے۔ لیکن میرے اپنے خیال میں یہ واقعہ ایسی اہمیت نہیں رکھتا۔ کہ بنی اسرائیل کی قوم کی طرف اُسے منسوب کیا جائے۔ میرے اپنے نزدیک اس آیت میں ایک اور واقعہ قتل کی طرف اشارہ ہے جو یہود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ اور جو ایک مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہود کی سخت عداوت کا مظہر ہے

لیکن پیشتر اس کے کہ میں اس آیت کے الفاظ کو الگ الگ کر کے بیان کروں وہ واقعہ جو میرے نزدیک اس آیت میں مذکور ہے۔ مفصل بیان کر دیتا ہوں تاکہ جب میں اس آیت کے مختلف حصوں کی تشریح کروں تو ہر ایک شخص آسانی سے اسے سمجھ سکے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے ہیں۔ تو اس وقت مدینہ کی آبادی مختلف مذاہب کے پیرواں پر مشتمل تھی۔ ایک تو مشرکین عرب کی جماعت تھی جو دو قبیلوں میں منقسم تھی۔ دوسری یہود کی جماعت تھی جو تین قبائل میں منقسم تھی اور ایک جماعت مسیحیوں کی تھی۔ جو خاص مدینہ میں تو کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ لیکن مدینہ کے اردگرد اس جماعت کا بھی زور تھا۔ آپکے مدینہ تشریف لانے پر مشرکین کے ایک بڑے حصہ نے تو دل سے آپ کو قبول کر لیا اور ایک حصہ اپنی جماعت کو دیکھ کر ظاہر میں اسلام لے آیا۔ لیکن دل سے مشرک رہا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول اس جماعت کا رئیس تھا۔ یہود میں سے ایک قلیل جماعت نے جن کی تعداد سات سے زیادہ نہ تھی اسلام قبول کیا۔ باقی سب اپنے مذہب پر قائم رہے۔ منافقین اور یہود نے آپس میں ملکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف منصوبے کرنے شروع کئے۔ اور جس طرح ممکن ہو سکا۔ آپکے رعب کو کم کرنے کے لئے زور لگاتے رہے جس کا ذکر قرآن کریم کے مختلف مقامات پر کیا گیا ہے۔ یہود میں سے چند شخص خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینے اور آپ کا رعب کم کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ جن کا رئیس کعب بن الاشرف یہودی تھا۔ یہ شخص بوجہ دولت مند ہونے کے یہود پر خاص اثر رکھتا تھا اور ایک امیر کے طور پر تھا۔ اس نے علاوہ دیگر سازشوں کے جو مسلمانوں کے خلاف کرتا رہتا تھا۔ ایک یہ بھی شرارت شروع کی تھی کہ مسلمانوں کی بیویوں اور لڑکیوں کے متعلق تشبیب کرتا تھا (تشبیب کے معنے ہیں کسی عورت کا نام لیکر شعروں میں اپنے عشق اور اس سے تعلق کا اظہار کرنا) مسلمانوں کی غیرت مند جماعت بھلا اس بات کو کب برداشت کر سکتی تھی۔ لیکن چونکہ انہیں روزانہ نرم سلوک کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اس لئے سنتے اور خاموش رہ جاتے۔ وہ شعر جو کعب بن اشرف کہتا دوسرے یہودی یاد کر لیتے۔ اور بچے بڑے بازاروں میں پڑھتے پھرتے۔ اس غصہ کا جو اس وقت مسلمانوں کو آتا ہوگا۔ ہر ایک شخص یہ خیال کر کے کہ اگر کچھ لوگ اس کی بیوی یا ماں یا بیٹی کا نام لیکر شعروں میں اپنے عشق اور اس سے تعلق کا اظہار کرتے ہوں۔ اور بازاروں میں لوگ وہ شعر پڑھتے پھریں۔ تو اس کے دل کی کیا کیفیت ہوگی۔ اندازہ کر سکتا ہے مگر مسلمانوں نے صبر سے کام لیا۔ اور اس شریر انسان کی شرارت کو نظر انداز کر دیا اور راہ گذروں کی ہنسی اور ٹھٹھا کو قبول کر لیا۔ کعب بن اشرف نے مسلمانوں کے اس صبر کو دیکھ کر اور جرأت پکڑی۔ اور جب بدر میں رؤساء عرب مارے گئے تو مکہ گیا اور خوب قصیدہ پڑھ پڑھ کر مکہ کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ اور مقتولین بدر کا بدلہ لینے پر آمادہ کیا۔ اور اپنی مدد کا بھروسہ دلایا۔ وہاں سے پھر کر جب یہ شخص مدینہ آیا تو اس کا دل اس خیال سے اور بھی بڑھ گیا کہ عنقریب اہل مکہ بڑی تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرینگے اور ان کو تباہ کر دینگے۔ اور ان کا راستہ صاف کرنے کے لئے اُس نے مسلمانوں کے خلاف اور بھی زہر اگلنا شروع کیا اور اسکی غرض یہ تھی کہ جب دوسرے یہود میری ان حرکات کو دیکھیں گے تو اور بھی دلیر ہو جائینگے

اور اُن کے دل سے مسلمانوں کا رُعب اُٹھ جائے گا۔ اور وہ باہر کے حملہ آوروں سے ملکر مُسلمانوں کا خاتمہ کر دینگے۔ چنانچہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اس نے تمام عورتوں سے بڑھ کر خاندانِ رسالت کی عورتوں سے تشبیب شروع کر دی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی حضرت عباس کی بیوی کا نام لے کر اس سے اپنے عشق اور تعلق کا اظہار شروع کر دیا۔ ایک طرف تو مُسلمانوں کے لئے یہ بات حد سے زیادہ آزمایش تھی۔ دوسری طرف یہود اس سے ایسے دلیر ہو گئے کہ انہوں نے راہ چلتے مُسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا اور مُسلمانوں کی زندگی مدینہ میں تلخ کر دی۔ انہی دنوں میں ایک مُسلمان عورت جو مدینہ کے گرد و نواح کی رہنے والی تھی۔ اور جس نے یہودیوں کے قبیلہ بنو قینقاع میں سے جو سنار کا کام کرتے تھے۔ ایک شخص کو اپنا کوئی زیور بننے کے لئے دیا ہوا تھا کچھ سودا بیچنے اور بعض اشیاء خریدنے کے لئے مدینہ آئی۔ جب اپنے کام سے فارغ ہو گئی تو اپنے زیور کی تیاری کا حال پوچھنے کے لئے وہ اس یہودی کے پاس آئی۔ اور وہاں بیٹھ گئی۔ چونکہ اس وقت مُسلمانوں میں پردہ شروع ہو گیا تھا اسلئے اس عورت کے مُنہ پر ایک نقاب تھی۔ بعض یہود نے اُسے کہا کہ اپنا مُنہ کھول دے۔ اُس عورت نے انکی اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنا منہ نہ کھولا۔ جس یہود کی دکان پر وہ بیٹھی تھی۔ اُس نے ایک لڑکے کو اشارہ کیا اس نے پیچھے جا کر کسی چیز سے اسکا کپڑا باندھ دیا۔ جب وہ جانے کے لئے کھڑی ہوئی۔ تو کپڑا اُتر گیا۔ اور وہ بالکل ننگی ہو گئی۔ اور یہود نے اسپر قہقہہ لگایا۔ اس عورت کو اپنی ہتک پر غصہ آیا۔ اور اس نے زور سے آواز دی کہ ارے کوئی مسلمان ہے جو میری مدد کرے ایک مُسلمان پاس سے گذر رہا تھا۔ اس عورت کی آواز سنتے ہی بھاگا۔ اور یہ نظارہ دیکھ کر کہ ایک مُسلمان عورت برہنہ یہود کے سامنے کھڑی ہے اور وہ اسپر قہقہہ لگا رہے ہیں۔ اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور چونکہ یہ ایک مذہبی معاملہ تھا وہ صبر نہ کر سکا۔ اور تلوار کھینچ کر اسپر جا پڑا۔ یہودی اور مُسلمان میں لڑائی ہوئی۔ اور یہودی مارا گیا۔ مُسلمان کا یہ فعل بالکل جائز اور درست تھا۔ کیونکہ یہودیوں نے ایک بیکس عورت کو نہایت ظلم کے ساتھ بے پردہ کیا تھا۔ اور اگر وہ مُسلمان اس یہودی کو قتل نہ کرتا تو وہ اُسے قتل کر دیتا۔ لیکن یہودیوں نے اسی پر صبر نہیں کیا تھا کہ اسطرح ایک عورت سے مذہبی معاملہ میں تمسخر کیا تھا۔ بلکہ یہ دیکھ کر کہ اس یہودی اور مُسلمان کی لڑائی میں مُسلمان یہودی پر غالب آیا ہے۔ مُسلمان پر ملکر حملہ کر دیا۔ اور اُسے قتل کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر مُسلمانوں کو پہنچی۔ تو ان میں سخت جوش پھوٹا۔ کیونکہ اس واقعہ کے بعد مُسلمانوں کو اپنی عزت کی حفاظت کی کوئی اُمید نہیں ہو سکتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ بلا خونریزی کے فیصلہ ہو جائے۔ لیکن یہود نے اپنے ذمہ یہ الزام لینے سے انکار کیا۔ اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ آخر پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد اس بات پر راضی ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ بھی ان کے حق میں کرینگے۔ انکو منظور ہوگا۔ اور ہتھیار مُسلمانوں کے سامنے ڈالدیئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ابھی کوئی فیصلہ نہ کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول جو ان کا دوست تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور کہا کہ آپ ان لوگوں کو آزاد کر دیں۔ کیونکہ یہ میرے دوست اور حلیف ہیں۔ آپنے اُسے ڈانٹا کہ گریبان چھوڑ دو۔ لیکن اس نے زیادہ زور سے گریبان کھینچنا شروع کیا حتیٰ کہ آپکا چہرہ حلق کے گھٹنے کی وجہ سے سُرخ ہو گیا۔ گو صحابہ ایک ضرب سے اسکا سر تن سے جُدا کرنے پر تیار تھے۔ لیکن اس رحیم کریم انسان نے پسند نہ کیا اور فرمایا۔ اچھا میں نے انکو چھوڑ دیا۔ اسپر بنی قینقاع آزاد ہو کر مدینہ سے جلاوطن کر دئے گئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہود کی شرارتوں کی طرف توجہ نہ کرنا خطرناک نتائج پیدا کرنے والا ہے۔ آخر آپنے اس بانی فساد کے قتل کے فتوے دیا۔ جو اس سب شرارت کا ذمہ دار تھا۔ کیونکہ اسی کی شرارت سے یہود میں یہ جرأت پیدا ہوئی تھی کہ وہ مُسلمانوں کی عورتوں کو اس طرح دق کریں۔ اور چونکہ اُسے کوئی سزا نہ دیگئی تھی انکو یقین ہو گیا تھا کہ مُسلمان کسی کو کچھ نہیں کہتے۔ غرضکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کا فتوے دیا۔ اور محمد بن مسلمہ نے اس کے قتل کرنے کا ذمہ لیا۔ اور چند دوستوں کے ساتھ ملکر اُسے قتل کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب یہود ڈر گئے۔ اور آئندہ انہوں نے مسلمانوں کو دق کرنا چھوڑ دیا۔ بعض لوگ کعب بن الاشرف کے قتل پر اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ان حالات پر غور کریں۔ جنھوں نے مُسلمانوں کو مجبور کر دیا تھا کہ یا تو وہ اپنی جانوں کو روز ضائع کرائیں۔ اور اپنی عزتوں کو خاک میں ملتا دیکھیں۔ اور یا پھر اس شریر انسان کو قتل کریں تو وہ اسبات کے قبول کرنے پر مجبور ہوں گے کہ درحقیقت بنو قینقاع کے فساد کا باعث اور ایک مُسلمان عورت کی بے عزتی اور ایک مُسلمان مرد کے قتل کا ذمہ وار کعب بن الاشرف ہی تھا۔ اور وہی اس تمام واقعہ کا جواب دہ تھا۔ اور اگر وہ زندہ رہتا تو اس ایک قتل کے علاوہ اور قتل بھی ہوتے۔ پس ایسے انسان کو قتل کرنا ایک نہایت ضروری امر تھا۔

یہ واقعہ قتل ہے۔ جس کی نسبت میرا خیال ہے کہ اس آیت میں اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اب میں اس آیت کے مختلف حصوں کی تشریح کرتا ہوں۔ جنگ بدر رمضان ۲ سنہ ھ ہوئی ہے۔ بنو قینقاع کا فساد شوال ۲ سنہ ھ یا صفر ۳ سنہ ھ میں ہوا ہے۔ اور کعب بن الاشرف ۳ سنہ ھ میں مارا گیا ہے۔

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا میں تو اللہ تعالےٰ نے یہود کو یاد دلایا ہے کہ اس قتل کو تو یاد کرو۔ جو تم نے مذہبی عناد کی وجہ سے کیا تھا۔ اور ایک مسلمان کو ناحق قتل کر دیا تھا۔ اور پھر تم نے اس کے بارہ میں اختلاف کیا اور قتل کی ذمہ داری اپنے پر قبول کرنے کی بجائے اس مسلمان پر ڈالی کہ اس نے کیوں ایک یہودی کو قتل کیا۔ پس ہم نے کہا کہ اس نفس کے قاتل کو مارو (یعنے کعب بن الاشرف کو کیونکہ حقیقی قاتل وہی تھا) بوجہ اس نفس کے بعض کے یعنے بعض گناہ کے۔